سیرت نبوی ﷺ، ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرہ

تحریر: ڈاکٹر غلام شبیر،
شعبہ ابلاغیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

حضرت محمد ﷺ کے پیغام نے گرتی پڑتی انسانیت، ٹھوکریں کھاتی ہوئی آدمیت کو بلوغت کی بنیادوں پر استوار کیا۔ ان کی دعوت انسانیت کو زندہ کرنے کی دعوت تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی گواہی دی۔

''مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار کا جواب دو۔ جب وہ پکارتا ہے تاکہ تمہیں (روحانی موت کی حالت سے نکال کر) زندہ کردے۔''(۱)

آنحضور ﷺ کے اس پیغام نے عرب کی وحشی قوم میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت ابن ابی وقاصؓ جیسے اکابر پیدا کر کے کرہ ارض کی ایک مہذب قوم بنادیا۔

جہاں دین کا پیغمبر اللہ کا رسول ہے وہاں پیغام بصورت وحی آرہا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ تبلیغ کے ذریعے پیغام پہنچا رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اہل کفر کو اسلام کی تبلیغ اور اسلام قبول کرنے والوں کو صحیح راستہ دکھانے کی تبلیغ کی۔ یعنی اسلام کا پیغام کسی خاص قوم اور ملک کیلئے نہیں تمام نوع انسانی کے لیے ہے۔ حکم ہوتا ہے۔

''(اے پیغمبر) کہو۔ اے افراد نسل انسانی! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ وہ خدا کہ آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر اسکی ایک ذات، وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے۔ پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی محمد ﷺ پر کہ اللہ اور اس کے کلمات (یعنی اسکی تمام کتابوں پر) ایمان رکھتا ہے۔ اس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ''(۲)

قران کریم میں تبلیغ کا ہم معنی لفظ دعوہ ہے۔ جس کے معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں۔ آنحضورؐ نے اپنی زندگی میں تبلیغ اسلام کے بارے میں لوگوں کو دعوت عام دیتے ہوئے دنیا کی تمام اقوام کو برابری اور مساوات کا درس دیا۔ ہادی برحق نے تبلیغ کے لیے عربی عجمی کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ اسلام کی تبلیغ ہر ایک کا فریضہ منصبی قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

''شعیبؑ نے کہا بھائیو! تم خود بھی سوچو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی شہادت پر تھا اور پھر اس نے اپنے ہاں سے مجھ کو اچھا رزق بھی عطا کیا (تو اس کے بعد میں تمہاری گمراہیوں اور حرام خوریوں میں تمہارا شریک حال کیسے ہو سکتا ہوں) اور میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے اس پر میں نے بھروسہ کیا اور ہر معاملہ میں اس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' (۳)

مذکورہ بالا آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم پر یہ بات واضح فرمائی کہ میں تمہاری اصلاح چاہتا ہوں۔ کسی بھی معاشرہ کی اصلاح اس وقت ممکن ہے جب اس کی تمام برائیوں کو دور کر دیا جائے اور برائیوں کو دور کرنے میں مختلف عوامل میں ایک اہم ابلاغ یا تبلیغ ہے۔

لفظ ابلاغ کا مفہوم:

ابلاغ کو انسانی تعلقات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قومی ثقافت، تہذیب اور روایات کو ذرائع ابلاغ کی مدد سے ایک سے دوسری نسل میں منتقل کیا جاتا ہے۔ خود معاشرہ کا وجود بھی ابلاغ کا مرہون منت ہے۔

لفظ ابلاغ دراصل انگریزی لفظ Communication کا اردو ترجمہ ہے۔ انگریزی کا یہ لفظ لاطینی زبان کے لفظ Communi یا Commuini Care سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں اشتراک پیدا کرنا یا حصہ دار بنانا' ابلاغ کا لفظ بلغ سے بنا ہے جس کے معنی پھیلانا اور پہنچانا کے ہیں۔ عربی زبان میں ابلاغ اور تبلیغ کے معنی کسی بات کو پہنچانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ انگریزی زبان میں اس لفظ کا مترادف Communication ہے جو میل جول' آمد و رفت اور خط و کتابت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ رائٹ چارلس اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> ابلاغ کا مطلب معلومات' اطلاع یا پیغام کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا ہے۔ ابلاغ کے اس عمل میں اہم کردار اور ذریعہ خود انسان ہے جو اپنے تجربات اور مشاہدات وضروریات کے مطابق اطلاع کا مفہوم سمجھ کر اسے آگے منتقل کرتا ہے۔ (۴)

''ابلاغ کے لغوی معنی پہنچانا ہیں اور اصطلاحاً اس کے معنی کسی اچھائی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچانا اور قبول کرنے کی دعوت دینا۔'' (۵)

اسلامی نقطہ نظر سے ابلاغ' بلاغ اور تبلیغ سب ہم معنی ہیں ۔تبلیغ کا اصطلاحی مفہوم پہنچانا ہے۔

''عام الفاظ میں ابلاغ سے مراد ایک شخص یا ادارہ کا دوسرے شخص یا اشخاص سے خیالات' احساس اور جذبات پہنچانا ہے۔ گویا پیغام دینے والا ایک فرد ہوسکتا ہے یا کئی افراد کی تنظیم۔ پیغام الفاظ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور ایک شخص کے عمل (جن میں اشارے' چہرے کے تاثرات' سگنل وغیرہ شامل ہیں) سے بھی پیغام رسانی کا عمل پورا ہوسکتا ہے''(۶)

کوئی شخص یا ادارہ اپنے خیالات یا اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے خیالات اور اپنے سننے والوں یا دیکھنے اور پڑھنے والوں کے خیالات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر وہ یہ ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائے تو ابلاغ کامیاب ہے لیکن اگر اس پیغام کو سمجھنے میں دشواری ہو تو ابلاغ نامکمل یا ناکام ہوگا۔ اگر پیغام دینے والا اپنے خیالات کو تیزی کے ساتھ الفاظ کا جامہ پہنا سکتا ہے اور سامعین یا قارئین اسے اتنی تیزی سے دوبارہ پیغام بھیجنے والے کے احساس یا خیالات پر عمل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو سمجھئے ابلاغ بہترین طریقے سے ہو رہا ہے لیکن اگر پیغام دینے یا پیغام سمجھنے میں کوئی رکاوٹ ہے تو ابلاغ غیر موثر اور ناکام ہے۔

لفظ ابلاغ کے معنی پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو سمتِ سفر کے تعین میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ اس لفظ کے معنی پھیلانے اور پہنچانے کے ہیں۔ یہ لفظ تبلیغ سے ہی بنا ہے جس کے سنتے ہی انسانی ذہن میں کسی بات' کسی پاکیزہ تعلیم' کسی نیکی کی تلقین اور خدا اور رسول کے احکامات و ہدایات کی پابندی کے تصورات ابھرتے ہیں۔ ہمارا ذریعہ ابلاغ زبان ہو' قلم ہو' ریڈیو ہو یا ٹیلی ویژن' ان سب پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایک دائمی اور عالمگیر شرط عائد کردی گئی ہے جو زمان و مکان کی حدود سے بالاتر اور قیامت تک کیلئے عائد کی گئی ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا۔

''اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ مراد کو پہنچے'' (۷)

اسی طرح سورہ حج کی آیت 41 میں فرمایا گیا۔

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم اگر زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکواۃ دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے" (۸)

گویا پیغام اسلام یا مسلمانوں کا قرآنی تعارف ہی یہی ہے کہ نیکی کو پھیلانے اور برائی کو مٹانے والے لوگ ہیں۔

تبلیغ کا مفہوم بھی خیالات، احساس اور جذبات پہنچانا ہے۔ پہنچانے کا مفہوم خود لفظ رسول کے اندر موجود ہے۔ رسول کے معنی ہیں اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا، پیغام پہنچانے والا، ذریعہ دین گویا اللہ کے تمام رسول پیغام خداوندی لائے اور آنحضرت محمد ﷺ پر پیغام لانے کی تکمیل ہوئی اسی طرح کہا جاسکتا ہے کہ تبلیغ اور ابلاغ ہم معنی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اے پیغمبر! تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو کچھ نازل ہوا ہے اسے پہنچاؤ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے پیامبری کا حق ہی ادا نہ کیا" (۹)

اس آیت سے بخوبی یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ رسالت نبوی ﷺ کے معنی پیغام الٰہی ہیں۔ اللہ کا رسول وہی ہے جو اللہ کا پیغام لائے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس پیغام کو اُمت تک پہنچادے۔ اسی پیغام پہنچانے کو تبلیغ یا ابلاغ کہا جاسکتا ہے۔ عربی لفظ نبی بھی قدیم سُریانی مصدر سے ہی مشتق ہے۔ لغت کے اعتبار سے خبر دینے والے کا تصور پیش کرتا ہے۔ یہ خبر دینے والا کسی چیز کی خبر دیتا ہے۔ (لفظ انباء) خوشخبری پر بھی دلالت کرتا ہے اور تنبیہ پر بھی۔ امید وبیم اس پیغام کے اثر سے تعلق رکھتے ہیں۔ نبی محمد ﷺ کے پیغام کا بنیادی مقصد حلال اور حرام کی تمیز سکھانا ہے۔

"وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول ﷺ کی جو نبی ہے اور جیسے اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں وہ انہیں نیک کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے وہ حلال کرتا ہے ان کے لیے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے بوجھ ان کے اور وہ پابندیاں جو ان پر تھیں۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کا ساتھ دیا اور اسکی مدد کی اور اتباع کی اس نور کی جو اس کے ساتھ اترا، بس وہی لوگ کامیاب ہیں۔" (۱۰)

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا پیغام انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ غیب اور آخرت کی وہ کونسی حدود ہیں جن کے اندر انسان اپنے شعور اور عقل کے استعمال سے مفید نتائج مرتب کرسکتا ہے۔ لیکن خود عقل اپنے وجود کیلئے انسانی ذہن کی محتاج ہے۔ انسانی ذہن کی نشو ونما اور بلوغت اسی صورت میں ممکن ہے جب انسانی معاشرہ ایک صحت مندانہ نہج پر موجود رہے۔ انسان مدنی الطبع حیوان ہے۔ لیکن وہ حیوان ہونے

کے باوجود انسان بھی ہے جہاں جبلی طور پر اس کے ساتھ کچھ حیوانی تقاضے لگے ہوئے ہیں۔ وہیں اس کے ساتھ کچھ انسانی تقاضے بھی ہیں جنہیں پورا کرنا انسان کا فریضہ ہے وہ حیوانوں کی طرح انفرادی زندگی نہیں گذار سکتا۔ اسے بہر حال مل کر رہنا ہے۔ انسانی سطح زندگی پر اس کی ضروریات اس قدر لامحدود ہو جاتی ہیں کہ جنہیں وہ از خود پوری نہیں کر سکتا۔ اسے قدم قدم پر دوسروں کی امداد و اعانت کی ضرورت پڑتی ہے وہ کچھ دوسروں کو دیتا ہے اور کچھ دوسروں سے لیتا ہے۔ اسے انسانی سطح پر پہنچ کر دوسروں کی محبت' خلوص اور ہمدردی کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ دوسرے انسانوں کو اس کی محبت' اخلاص اور ہمدردی درکار ہوتی ہے۔ یہاں پہنچ کر اسے اپنے بعض تقاضوں کو انسانی تقاضوں کیلئے قربان کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سب سے بڑی قربانی مفاد و خواہش کے تحفظ کی قربانی ہوتی ہے۔ مفاد و خواہش کے تقاضوں میں بڑی جاذبیت اور کشش ہوتی ہے ۔ جب حیوانی تقاضوں اور انسانی تقاضوں میں کش مکش ہوتی ہے تو یہ ایک انسان کے لیے بڑی آزمائش اور ابتلا کا مقام ہوتا ہے۔ حیوانی تقاضے جن کا میلان انسانی سطح پر زیادہ وسیع ہو گیا ہے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور انسانی تقاضے اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اس لئے عام طور پر انسان اپنے انسانی تقاضوں کو قربان کر کے حیوانی تقاضوں کی طرف جھک جاتا ہے۔ لیکن اس طرح وہ اپنے آپ کو انسانی سطح سے گرا کر حیوانی سطح پر لے آتا ہے۔ اسی طرح جن انسانوں کے ذہن تعمیری میلانات اور فطری احساس سے مٹ جائیں ان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ جس طرح افراد میں دیوانگی کا غلبہ ایک حد سے بڑھ جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے' خاندان میں مروت باہمی نہ رہے تو خاندان بکھر جاتے ہیں۔ اسی طرح انسانی معاشرہ کے اندر برے اور بھلے کی تمیز ختم ہو جائے تو قومیں منتشر ہو جاتی ہیں اور اُمتیں مٹ جاتی ہیں۔ نبی کا پیغام اور عمل نبی کی اُمت کی مساعی کا میلان ظاہر و غیب اور دنیا و آخرت کی حدود کا تعین کرتا ہے۔

ابلاغ کا عمل چار عناصر سے تکمیل پاتا ہے۔ پیغام رسانی' پیغام' پیغام پہنچانے کا ذریعہ اور پیغام حاصل کرنے والے۔ اسی طرح دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اللہ کا رسول' پیغام بصورت قرآن' پیغام پہنچانے کا ذریعہ حیات طیبہ اور پیغام وصول کرنے والے اُمتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دنیا کے لیے ہے۔ پیغام پہنچانے کی ذمہ داری آنحضورؐ پر ہے۔

"رسول کی ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ وضاحت کے ساتھ پہنچا دے" (۱۱)

حضور اکرم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں ارشاد ہوا۔

"پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا اکریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔" (۱۲)

یعنی پہلی ہی وحی میں سکھانے اور قلم کی اہمیت پر زور دیا گیا۔قلم کا مقام ابلاغ کے حوالہ سے اہمیت کا حامل ہے۔قلم ایسی ناشائستہ تخلیق کا باعث بھی ہوتا ہے جو قوم کے اخلاق کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے جبکہ یہی قلم اخلاقی تعلیمات پر مبنی بہترین ادب بھی تخلیق کرتا ہے۔ جو معاشرہ کی اخلاقی قدروں کو فروغ دینے میں معاون ہوتا ہے۔

ذرائع ابلاغ ۔ قدیم و جدید کا تعارف:

مبلغ اسلام آنحضورؐ نے بشریت اور بندگی پر زور دیا اور اپنی تعلیم کا بنیادی کلمہ یہ قرار دیا کہ ''میں اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' اس میں جس طرح خدا کی توحید کا اعتراف کیا گیا ہے۔اسی طرح پیغمبر اسلام کی بندگی اور رسالت کا بھی اعتراف ہے۔پس مبلغ اسلام کا پیامبر ہوتا ہے اور خدا کا پیغام تمام دنیا کیلئے ہوتا ہے۔ پیغام دینے والے اور پیغام پہنچانے والے کے تعلق کو دیکھتے ہوئے سورہ یونس میں ارشاد ہوا۔

''تم کہو اگر اللہ چاہتا تو میں قرآن تمہیں سناتا ہی نہیں اور تمہیں اس سے خبردار ہی نہ کرتا (مگر اس کا چاہنا یہی ہوا کہ تم میں اس کا کلام نازل ہو اور تمہیں اقوام عالم کی ہدایت کا ذریعہ بنائے) پھر دیکھو یہ واقعہ ہے کہ میں اس معاملہ سے پہلے تم لوگوں کے اندر ایک پوری عمر بسر کر چکا ہوں کیا تم سمجھتے بوجھتے نہیں۔'' (۱۳)

پیغام دینے والے کے اخلاق و خصائل اور اس کی صداقت نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی میں عیاں تھی۔جس میں کوئی ایک بات بھی سچائی اور امانت کے خلاف نہ دیکھی گئی۔نبوت ملنے کے بعد بھی سچائی کی اس سے بڑی شناخت کیا ہوسکتی ہے کہ دشمنوں نے بھی صادق اور امین ہی سمجھا۔مبلغ اسلام نے جب کلام حق کی دعوت دینا شروع کی تو قریش مکہ کا یہ حال ہوا کہ وہ سچائی دیکھ رہے تھے مگر اسے سچائی سمجھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔سورہ یونس میں ہی ارشاد ہوتا ہے۔

''جو شخص اللہ پر افترا کرے اس سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں جو صادق کو جھٹلائے۔وہ بھی سب سے زیادہ شریر ہے۔ بتا دو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اپنے دل سے جھوٹ بنا کر اللہ پر افترا کرے اور اس آدمی سے جو اللہ کی سچی آیتیں جھٹلائے۔یقیناً جرم کرنے والے کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔'' (۱۴)

سیرت نبوی کا تقاضا ہے کہ ذرائع ابلاغ میں حقانیت، صداقت اور امانت کو اختیار کیا جائے۔

پیغام کو موثر بنانے کیلئے کامیاب مبلغ اپنے مشن سے ایسی لگن رکھتا ہے جس کی وجہ سے پیغام منزل تک بغیر کسی دشواری کے جا پہنچتا ہے۔ اگر مبلغ اس پیغام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے اور اس کے لیے ہر متاع عزیز کی قربانی کو اپنے لئے ایک سعادت سمجھے تو یہ اسکے ایمان کی دلیل ہوتی ہے اور اگر پیغام پر اذعان وایقان نہ ہو تو تبلیغ میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ گویا ارادہ یا عزم میں کسی وقت بھی تزلزل آ جائے یقین کی گرفت ذرا ڈھیلی پڑ جائے تو وہ دھن اور لگن ہی کمزور ہو جاتی ہے جو تبلیغی سرگرمی کی جان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پیغمبر اسلام کو حکم دیتا ہے کہ حکم الٰہی کے مطابق ڈٹے رہو۔ تبلیغ کی کامیابی کے لیے بے غرضی ضروری ہے اور جہاں خود غرضی نیت میں شامل ہو جائے وہاں تبلیغ کارگر نہیں ہوسکتی۔

آنحضور ﷺ کی پوری زندگی میں اسلام کے پیغام کی عملی صورت نظر آتی ہے۔ حضور نے سب سے پہلے جو تعلیم دی۔ اس میں کردار کا حوالہ دیا۔ چنانچہ آپؐ کی تعلیمات میں سب سے پہلے اصلاح معاشرہ کے قیام کی طرف توجہ دی گئی۔ اصلاح معاشرہ کا اہتمام گھر سے شروع ہوا۔ عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰ سے، مردوں میں حضرت ابوبکرؓ سے، جوانوں میں حضرت علیؓ سے۔۔۔ آنحضورؐ لوگوں کو باقاعدہ عمل کر کے دکھاتے ہیں۔ خود نماز پڑھتے، لوگوں کو سکھاتے، خود سچ بولتے، لوگوں کو سچ سے متعلق بتاتے اور اپنے اقوال کے ذریعے لوگوں سے کہتے کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دین لایا ہوں اس کو اگر اپناؤ گے تو سکھی رہو گے اگر اس کے خلاف ہو گئے تو پھر ذلیل وخوار ہو گے۔ لہذا ذرائع ابلاغ موثر نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ خدا کے باغیوں کے ہاتھوں میں رہیں گے جو خود بدعمل اور بدکردار ہوتے ہیں۔

مبلغ اسلام آنحضورؐ کی زندگی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ہر عمل علم کے مطابق تھا۔ زمانہ قبل از اسلام پر نظر ڈالیں تو بچپن سے چالیس سال تک وہ شرائط جو ایک مبلغ کی ساکھ کیلئے ضروری ہیں اور جن کے بغیر بلند افکار کی تبلیغ بھی کامیابی سے ہم آغوش نہیں ہوتی موجود ملیں گی۔ مبلغ کی شخصیت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا عمل سامعین کو قائل کر دے کہ یہ ان کی فلاح کے لیے بہترین ہے۔ اگر پیغام ایسا انوکھا ہو جو سننے، دیکھنے اور پڑھنے والی قوم کے افکار، عادات اور روایات سب کے خلاف ہو اور ہر متاع عزیز کی قربانی چاہتا ہو تو کون ایسے مبلغ کی بات قبول کر سکے گا۔ جب تک اس میں تمام شرائط تبلیغ بہ تمام وکمال نہ پائی جائیں۔ پیغمبر آنحضور ﷺ کی سیرت کو جانچیں اور یہ دیکھیں کہ آپ ﷺ کی باہر کی اور گھر کی زندگی میں کس حد تک مطابقت ہے۔ آنحضورؐ کی زندگی کا ہر حصہ دنیا کے سامنے ہے۔ دنیا کی تمام مستند معلومات کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ مسجد نبوی کے اندر صحابہ کی موجودگی

میں کیا فرماتے تھے۔ اس طرح مستند معلومات کی بناء پر یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ بیوی بچوں کے اندر کس طرح رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی زندگی پرائیویٹ اور پبلک دو حصوں میں تقسیم نہیں تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر حصہ عام لوگوں کے لیے کھلے ورق کی طرح تھا کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ ان کی عام زندگی کھلی ہوئی کتاب ہے۔ دوست دشمن کے لیے اسوہ حسنہ ایک روشنی ہے۔ دنیا میں لوگوں کی گھریلو زندگی مخفی ہوتی ہے۔ لیکن آنحضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ پبلک کے نمائندے کی حیثیت سے آپ کی گھریلو زندگی کی ایک ایک ادا اور طرز زندگی کو محفوظ رکھتی تھیں۔ اور پوری دیانت اور امانت کے ساتھ اس کو عام لوگوں تک پہنچاتی تھیں۔

آنحضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت کا مشغلہ بھی وہی تھا جو خود آنحضور ﷺ کا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ تو لوگوں کی بندگی اور اطاعت الٰہی کا وعظ کریں اور آپ کے اہل خانہ، دوست واحباب تعیشات اور دلچسپیوں سے بھرپور مادی زندگی گزاریں۔ یا آپ لوگوں کو زہد وقناعت کی تبلیغ کریں اور گھر میں اس کا پاس نہ رکھیں بلکہ آپ کا جو مشن جو پیغام باہر ہوتا تھا۔ اسی پر گھر میں عمل ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے مبارک مشن اور پیغام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

"وہی ہے جس نے بھیجا اُمیوں میں سے ایک رسول انہی میں سے جو ان کو سناتا ہے اللہ کی آیتیں اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو سکھاتا ہے کتاب اور حکمت" (۱۵)

مبلغ کے لیے صرف اتنا کافی نہیں کہ اس کی زندگی اس کے پیغام کے مطابق ہو بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جتنا دوسروں سے چاہتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ خود کر کے دکھائے۔ اگر دوسروں سے مال کا چالیسواں حصہ طلب کرتا ہے تو خود اپنی ساری پونجی پیش کر دے۔ اگر دوسروں کے ترکے کو قانون وراثت سے رفتہ رفتہ ختم کرنا چاہے تو اپنے ترکے میں ایک درہم بھی نہ چھوڑے۔ بلکہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہو وہ سب کا سب قوم کی ملکیت ہو۔ غرض اس کی زندگی اس کے پیغام کا عملی نمونہ ہو۔ پیغمبر خدا کی زندگی کے متعلق قرآن خود کہتا ہے۔

"تمہارے لئے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے" (۱۶)

عصر جدید میں ذرائع ابلاغ:

ماہرین ابلاغ عامہ کے نزدیک ابلاغ زبان کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ دو افراد کا ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھ لینا ابلاغ کہلاتا ہے۔ یہ عمل اشاروں، تصویروں اور مختلف آوازوں کے ذریعے افراد کے

درمیان ہو سکتا ہے۔ابلاغ کے عمل میں جاندار کے علاوہ بے جان اشیاء سے بھی بھر پور مدد لی جا سکتی ہے ۔ابلاغ کے عمل سے کوئی ذی شعور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔آج کے دور میں آبادی کے پھیلاؤ' صنعتی اور تکنیکی ترقی کی بدولت انسانی معاشرہ میں انفرادی اور براہ راست ابلاغی عمل ناکافی ثابت ہوا تو ابلاغ عامہ کے بڑے بڑے ذرائع ظہور پذیر ہوئے۔اخبارات' ریڈیو' ٹیلی ویژن' فلم' مواصلاتی سیارچے اور انٹرنیٹ نے معلومات' اطلاعات اور تفریح کی فراہمی کیلئے ایسے عوامل پیدا کئے کہ دنیا کی طنابیں سمٹ کر رہ گئی ہیں۔اب پوری دنیا ایک عالمی کنبے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ابلاغ عامہ کے اس پس منظر میں فاصلاتی نظام بذات خود ابلاغی عمل اور اس کے معنوی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔موجودہ دور میں ابلاغ عامہ کا اہمیت کے اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو ابلاغ عامہ کے ذرائع قومی ضروریات اور مقاصد کے مطابق ظہور میں آتے ہیں۔یہ انتہائی موثر اور فعال کام کرتے ہیں۔مثلاً پریس نہ صرف معلومات کی فراہمی اور راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے بلکہ یہ عوام کا نگران اور ان کے حقوق کا امین بھی ہوتا ہے۔ریڈیو' ٹیلی ویژن' فلم اور انٹرنیٹ ابلاغ کے ایسے ذرائع ہیں جو عوام کے اذہان پر گہرا اثر ڈالتے ہیں یہ ذرائع خود کو قومی و ملکی معاملات میں عملاً شریک سمجھتے ہیں۔ابلاغ کے یہ ذرائع زندگی کے مختلف شعبوں میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ان ذرائع کے کام کے دو پہلو ہیں ایک اطلاع دینا اور دوسرا انکی آراء کا انعکاس کرنا۔ان ذرائع کا کام یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ لوگوں کو شعور دینا اور تربیت کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ان فرائض کے برعکس اگر عملی طور پر آجکل ذرائع ابلاغ کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ ذرائع ایسے نظریات عوام پر مسلط کر رہے ہیں جس سے مثبت پہلو اجاگر ہونے کی بجائے منفی پہلوؤں کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

> ''آج کی دنیا میں پروپیگنڈہ کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔اس کا مجموعی تاثر منفی ہی ہے۔ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈہ دراصل نفسیاتی جنگ کا ہتھیار ہے۔دشمن کا مقصد پروپیگنڈہ کے ذریعے خوف اور ہیجان کی کیفیت پیدا کر کے فرد یا اجتماع کے رویے میں حسب خواہش تبدیلی لائے۔ذہنی تناؤ کی اس کیفیت کو انگریزی میں نفسیاتی جنگ (Psychological Warfare) اور جدید عربی اصطلاح میں "الحرب النفیسه" کہا جاتا ہے۔''(۱۷)

''نفسیاتی جنگ میں توپ و تفنگ استعمال نہیں ہوتے بلکہ یہ جنگ ذرائع ابلاغ کے ذریعے لڑی جاتی ہے۔دنیا میں پروپیگنڈے پر خوب رقم خرچ کی جاتی ہے اور

اس سے وہ نتائج حاصل کئے جاتے ہیں جو عملی جنگ سے حاصل نہیں ہوتے۔ ابلاغ عامہ کے ذریعے پروپیگنڈے کی غرض و غایت مد مقابل کو ذہنی شکست سے دوچار کر کے اس کے حوصلے پست کرنا ہوتا ہے۔" (۱۸)

پروپیگنڈے کی تہہ میں نظریاتی' معاشی اور سیاسی مفادات اور احساس کمتری پیدا کرنے کے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ ایک بھرپور جنگ ہوتی ہے مگر آتشیں اسلحہ کے بغیر لڑی جانے کے سبب اس کو "سرد جنگ" یعنی Ccld War کا نام دیا جاتا ہے پروپیگنڈہ بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا' مقاصد اور طریقہ کار اسے مثبت یا منفی بنا دیتا ہے۔

ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈے کی اصطلاح 1622ء میں پہلی دفعہ باقاعدہ طور پر ایک عیسائی مشن کے لیے استعمال ہوئی جو روم سے باہر تبلیغی مقاصد کے لیے گیا تھا وہاں کی حکومت ان عیسائیوں کے مخالفانہ خیالات کی تشہیر سے خائف تھی' تاہم مذہبی حوالہ سے پروپیگنڈے کا وجود نہایت قدیم ہے۔ شیطان نے پروپیگنڈے کے ہتھیار سے ہی حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی حوا کو اس شجر ممنوعہ سے پھل کھانے پر آمادہ کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا تھا۔

ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ تاریخی آئینہ میں:

پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ کے شواہد قبل از اسلام تاریخ سے بھی ملتے ہیں۔ قبائل کے سرداران اور عمائدین دشمنوں میں فتنہ انگیزیاں کرنے' آپس میں پھوٹ ڈالنے' دوسروں کے لیے خود کو پرہیبت اور طاقت ور ظاہر کرنے کے لیے متعدد حیلے اور طریقے استعمال کرتے تھے۔

کفار و فجار کی طرف سے پیغام ربانی کو بے اثر کرنے کے لیے نفسیاتی حربوں کے آثار تاریخ میں ملتے ہیں اور قرآن جگہ جگہ اقوام سابقہ کی ان افترا پردازیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خود جزیرہ عرب کے اندر مشرکین' یہود اور منافقین نے خاتم الانبیا ﷺ کے خلاف زبردست نفسیاتی جنگ برپا کر رکھی تھی۔ منفی پروپیگنڈہ سے آیات الٰہی کی تکذیب اور دھمکیوں کا ایک طوفان تھا۔ حضورؐ اور ان کے صحابہؓ کو خوفزدہ کرنے اور لالچ دینے کے لیے پروپیگنڈے کے مختلف اسلوب اختیار کئے جاتے رہے۔

☆ شعب ابی طالب میں حضورؐ اور ان کے خاندان کو محصور کرنا اور معاشرتی اور معاشی بائیکاٹ کی حالت میں تین سال تک زندگی گزارنے پر مجبور کرنا' اسی منفی پروپیگنڈے کا نتیجہ تھا۔

☆ قرآن کے موثر پیغام کو نہ سننا اور ڈھولکیاں' باجوں کی محفلیں سجاتے ہوئے اور تفریح گاہیں منعقد کر کے قرآن کے پیغام کو مشتبہ اور غیر اہم بنانا بھی منکرین حق کے پروپیگنڈے کا حصہ تھا۔ جس کی طرف قرآن نے یوں ارشاد فرمایا:

یہ منکرین حق کہتے ہیں۔

اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو' شاید کہ اسی طرح تم غالب آ جاؤ (۱۹)

☆ تجارتی میلے اور جشن منانا بظاہر تفریح اور اشتہار بازی تھی مگر پس پردہ مقصد اللہ کے رسولؐ کو تنہا کرنا تھا۔

یہ پروپیگنڈے بسا اوقات بڑے موثر ثابت ہوئے۔

قرآن کریم میں اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے۔

''اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو' جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے''۔(۲۰)

شعر و شاعری اور سخن گوئی عربوں کا اہم ابلاغی ذریعہ تھا۔ عرب بڑے فصیح اللسان تھے۔ پیغام رسالت کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے اس میڈیا کو بھی بھرپور استعمال کیا گیا۔ کعب بن اشرف ایک متمول یہودی اور مشہور شاعر تھا۔ وہ حضورؐ کی شان میں توہین آمیز ہجو کہتا اور مخالفین کو اکساتا تھا۔ جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بعد مکہ جا کر مسلمانوں کے خلاف خوب شعر و شاعری کی اور کشتگان بدر کے مرثیے لکھے جن میں انتقام لینے کی تحریص و ترغیب تھی۔ جب واپس مدینہ آیا تو شاعری کے ذریعے لوگوں کو آنحضرتؐ کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا''۔ (۲۱)

علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں۔

''عربوں میں شاعری کا وہ اثر تھا جو آج یورپ میں بڑے بڑے دانش وروں کی تقریروں اور نامور اخبارات کی تحریروں کا ہوتا ہے''۔(۲۲)

رائے عامہ سے اسلام کے خلاف منفی اثرات کو ختم کرنے اور مثبت اثرات مرتب کرنے میں

حضرت حسانؓ بن ثابت' حضرت عبداللہؓ بن رواحہ' کعبؓ بن مالک' حضرت ثابتؓ بن قیس نے اہم کردار ادا کیا انہوں نے شاعری کی صنف کو پروپیگنڈہ کے طور پر استعمال کیا ان کا یہ طرزِ عمل آج کل کے مسلم صحافیوں اور دانشوروں کے لیے نمونہ ثابت ہوسکتا ہے۔

کفار اور مشرکین نے اپنے آباؤ اجداد کے دین پر تعصب اور ناحق طرف داری کے سبب نہ صرف آسمانی صداقت اور بے لاگ حقیقت کو ٹھکرا دیا بلکہ اس کو اپنے جھوٹے پروپیگنڈے کی بھینٹ چڑھانے کی ان تھک کوشش کی۔ حق وباطل کے ابلاغ میں اس دور کے ماہرین ابلاغ کی مسابقت کی کوششیں برابر جاری رہیں مگر غلبہ بالآخر حق اور صداقت کا ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون اپنے ''مقدمہ'' میں لکھتے ہیں۔

دور اسلامی کے شعرائے عرب کا کلام بلاغت وفصاحت میں شعرائے جاہلیت کے کلام سے کیوں بلند اور ارفع ہے؟ نظم کی طرح نثر میں بھی یہی حال ہے۔ اسی لیے حسان بن ثابتؓ عمر بن ابی ربیعہ' حطیئہ' جریر' فرزدق' نصیب' عیلان' ذی الرمہ' احوص' بشار کے اشعار' خطبات اور عبارات و محاورات (یعنی صحافت اور ادب) کا پلہ نابغہ' عنترہ' ابن کلثوم' زہیر' علقمہ بن عبدہ' طرفہ بن العبد کے کلام سے بہت اونچا ہے۔ صاحب نظر شخص کا ذوق سلیم خود اس فرق کو محسوس کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کی وجہ یہ ہے کہ دور اسلامی کے ماہرین ابلاغ کو خوش قسمتی سے قرآن وحدیث کے معجزانہ کلام کے اسلوب سننے کا اتفاق ہوا اور ان کا طبائع میں یہ اسلوب رچ بس گیا اس لئے وہ آسمان بلاغت کے ستارے بن کر چمکے۔ (۲۳)

یہود کا پروپیگنڈہ:

آنحضورﷺ کی ذات کے خلاف یہودیوں کے پروپیگنڈے کے سبب قریش کا جوش انتقام اس حد تک بھڑک اٹھا کہ قریش نے بنو نضیر کو پیغام بھیجا

> محمد (ﷺ) کو قتل کردو ورنہ ہم خود آ کر تمہارا استیصال کر دیں گے۔ (۲۴)

ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

> کعب بن اشرف یہودی کفار قریشی کے مشرکوں کے پاس گیا اور ان کو نبیؐ کے خلاف ہمت دلائی اور ان کو آمادہ کیا کہ وہ آپؐ کے خلاف جنگ کریں۔ (۲۵)

جہاں تک کعب کے پروپیگنڈے کا تعلق تھا تو صحابہؓ اور شاعرہ

صحابیاتؓ نے اشعار ہی میں ان کے جوابات دیئے۔ اس وقت جب جنگ بدر کی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی یہودیوں کے سردار نے دوبارہ جنگ کی آگ بھڑکانے کی اعلانیہ سازشیں شروع کر دیں اور مکہ جا کر قریش کو آمادہ جنگ کیا۔ اس پر حضورؐ نے اذن الٰہی سے مداخلت کی اور کعب بن اشرف کو قتل کر دیا گیا۔ (۲۶)

پروپیگنڈہ اور افواہوں کے پھیلانے میں یہودیوں اور قریش مکہ کے ساتھ مدینہ کے منافقین بھی پیش پیش تھے۔ بنونضیر کو جب حضورؐ نے مدینہ سے جلاوطن کیا تو دوسرے یہودی قبیلہ بنوقریظہ نے بنونضیر کا ساتھ نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنونضیر اپنے آپ کو اونچی ذات کے یہودی تصور کرتے تھے اور اپنے مقتولین کا پورا خون بہا لیتے تھے۔ جبکہ بنوقریظہ کے مقتولین کی دیت آدھی ہوتی تھی۔ آنحضورؐ نے بنوقریظہ پر یہ احسان کیا کہ دیت اور دوسرے معاملات میں ان کو بنونضیر کے برابر قرار دیا۔ مدینہ کے منافقین نے بنونضیر کی جلاوطنی کے وقت ان کو پیغام بھیجا کہ عبداللہ بن ابی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کرے گا۔

قرآن نے یہود اور منافقین کے اس گٹھ جوڑ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا۔

> تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے؟ یہ اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں "اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے، اور تمہارے معاملے میں ہم کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ (۲۷)

کفر کی اس ملت واحدہ کا اہل ایمان کے خلاف درپردہ سازشوں کا سلسلہ عرصے سے جاری تھا۔ اس لیے منافقین مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے اور پروپیگنڈہ کے ذریعے بدگمانیاں پھیلانے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے تھے حالانکہ بنونضیر کا حضورؐ نے جب محاصرہ کیا تو یہودیوں نے منافقین کی مدد کا انتظار کیا مگر عبداللہ بن ابی اپنے گھر میں دبک کر بیٹھ گیا۔ سلام بن مشکم اور کنانہ نے حیی بن اخطب سے پوچھا:

> بتاؤ بھائی! کہاں ہے ابن ابی اور کہاں ہیں اس کی فوجیں اور اس کے حلیف؟ حیی نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ہماری تقدیر میں یہ جنگ اور بربادی لکھی تھی، اس سے اب کوئی مفر نہیں۔ (۲۸)

بنو نضیر کی جلاوطنی کا واقعہ غزوہ احد کے بعد وقوع پذیر ہوا جب کہ غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیان ۳۸۰ دن کا وقفہ ہے۔ جنگ بدر ۱۷ رمضان ۲ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۶۲۴ء کو لڑی گئی تھی اور احد کے میدان میں حق و باطل کا معرکہ ۱۵ شوال ۳ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۶۲۵ء کو پیش آیا۔(۲۹)

غزوہ احد کے دوران یہ افواہ پھیلائی گئی تھی کہ رسول اللہؐ قتل کر دیئے گئے۔ حضرت انسؓ بن نضر نے اس مخالفانہ پروپیگنڈہ کے جواب میں یہ موقف اختیار کیا: پھر زندگی کا فائدہ کیا؟ اور بے جگری سے لڑ کر شہید ہوئے۔

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں جدید ذرائع ابلاغ کا کردار:

آج کے اس جدید دور میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا عوام کے اخلاق کو خراب کرتے ہوئے نجی زندگی میں دخل اندازی کر رہے ہیں جس سے لوگ اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو ٹھیک طرح سے پورا نہیں کر پا رہے۔ اخلاقی اور سماجی بنیادیں کمزور ہو رہی ہیں۔ محبت اور اخوت کی بجائے نفرت نے جنم لے لیا ہے۔ ان تمام خرابیوں کو منظر عام پر لا کر ختم کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ذرائع ابلاغ آزادانہ ذمہ داریوں کے ساتھ شریعت کی روشنی میں مثبت انداز میں اپنے فرائض کو سرانجام دیں۔ اس طرح دور جدید کے ذرائع ابلاغ سیرت نبوی ﷺ کے فروغ میں میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی کے پیغام کو بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری رسولوں پر اس طرح رکھی گئی۔

> اے خدا کے پیغام پہنچانے والے تیرے پروردگار کے پاس سے جو کچھ تیری طرف اترا ہے۔ اس کو پہنچا دے۔ وما علینا الا البلاغ۔(۳۰)

اس سے ظاہر ہے کہ ہر رسول کو زندگی میں دو کام سونپے گئے کہ وہ اللہ کا پیغام اللہ کی مخلوق تک پہنچائے۔ اس پیغام کو بندوں تک پہنچانا تبلیغ ہے۔ قرآن پاک میں ہی حضرت محمد ﷺ کے حوالہ سے ارشاد ربانی ہے۔

> اور ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔(۳۱)

گویا نبی کی ذات داعی و مبلغ دونوں کی حیثیت سے واضح ہے۔ اور رسول کے امتی کو بھی تبلیغ میں شریک کیا گیا ہے کیونکہ جب نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تو ہر امتی کے لیے نیکی اور اچھائی کا پیغام پہنچانے کی انجام دہی کو لازم قرار دیا گیا۔ لوگوں کو بنیادی طور پر سچائی کی دعوت دینا اصول تبلیغ ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد پاک ہے۔

اللہ کی راہ کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے سے بلاؤ۔
اور ان سے مناظرہ خوش آئند طریقہ سے کرو۔ (۳۲)

اللہ کے رسول کی پیروی کرنے والوں کو پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچانے اور ان کو قبول حق کی دعوت دینے کا فریضہ سونپا گیا۔ مذکورہ پیغام سے ظاہر ہے کہ یہ پیغام دنیا کے کسی بھی گوشے میں آباد اور کسی بھی عہد میں زندگی بسر کرنے والے انسان کیلئے ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ انسانی فطرت میں نیکی اور بدی کا ایک مشترکہ شعور ہوتا ہے۔ ہر اچھا عمل اسلامی اقدار کے زمرے میں آتا ہے۔ گویا اسلام کا پیغام انسانیت کی بھلائی کا پیغام ہے۔ آنحضورؐ کے ذریعے سے اخوت و محبت کی تعلیم دی گئی۔ خود قرآن پاک نے آنحضورؐ کے مشن کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو آپ پر ہماری آیات
کی تلاوت کرتا ہے، تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم
دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ (۳۳)

انسانوں میں بھائی چارے کی فضا اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسلامی نظام اخلاق کو اپنایا نہ جائے۔

رسول اکرمؐ نے انہی اخلاق کی تکمیل فرمائی۔ ارشاد ہوا:
مجھے اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے۔ (۳۴)

اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ:

ماضی میں ذرائع ابلاغ کے حوالہ سے پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ کے دوران منافقین مختلف اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ کا سہارا لیتے تھے۔ ان میں سے انصار کے لیے "عزت دار" (اعز) اور مہاجرین کیلئے "ذلیل" یعنی (اذل) کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

شعبان ۶ھ میں حضورؐ کو بنی المصطلق کی جنگ کے لیے تیاریوں کی اطلاع ملی۔ ایسی اطلاعات کی

بروقت وصولی کے لیے حضور خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ خبر ملتے ہی حضورؐ ایک لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہوئے تا کہ فتنے کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دیا جائے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق مریسیع کے مقام پر آنحضرتؐ نے اچانک دشمن کو جالیا اور تھوڑے سے مقابلے کے بعد پورے قبیلے کو مال واسباب سمیت گرفتار کر لیا۔ ابھی لشکر اسلام مریسیع کے مقام پر ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ حضرت عمرؓ کے ایک ملازم جہجاہ بن مسعود غفاری اور قبیلہ خزرج کے ایک حلیف سنان بن وبر جہنی کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک نے انصار کر پکارا تو دوسرے نے مہاجرین کو آواز دی۔ دو گروہوں کے درمیان لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بات کا بتنگڑ بنایا اور انصار کو یہ کہہ کر بھڑ کانا شروع کر دیا ”یہ مہاجرین ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ہمارے حریف بن بیٹھے ہیں۔ ہماری اور ان قریشی کنگلوں کی مثال ایسی ہے کہ ”کتے کو پال تا کہ تجھی کو بھنبھوڑ کھائے“ ------ یہ سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم ہی لوگوں نے ان کو اپنے ہاں لا بسایا اور مال و جائیداد میں حصے دار بنایا۔ آج اگر تم ان سے ہاتھ کھینچ لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں۔ پھر اس نے قسم کھا کر کہا ”مدینے واپس پہنچنے کے بعد جو ہم میں سے عزت والا ہے وہ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کرے گا“ ۔

قرآن نے ان کی اس گفتگو کی شہادت دی۔

> وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ (۳۵)

اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں اس پروپیگنڈہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔ (۳۶)

یہ بھی فرمایا گیا:

> یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو تا کہ یہ منتشر ہو جائیں۔ (۳۷)

مذکورہ قرآنی آیات اور احادیث کے حوالہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈہ کے پس منظر میں مسلمان مہاجرین کا معاشی مقاطعہ اور ان کو دیوالیہ کرنا مقصود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بڑائی اور کمتری، عزت اور ذلت کے جس تصور کا ابلاغ منافقین کر رہے تھے اور انصار کی معاشی

بالا دستی اور مہاجرین کی مالی احتیاج کا جس انداز سے اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے استحصال کرنا چاہتے تھے اس کے پس پردہ محرکات نہایت شر انگیز تھے۔ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ جس کے لیے معاشی مفادات کو داؤ پر لگا دیا جائے۔ان کا مطمع نظر دنیوی آسائش اور بہتر ''معیار زندگی'' تھا۔وہ ''ترقی یافتہ'' کو عزت دار اور معزز اور غربت کے مارے ہوئے غریب یا ''ترقی پذیر'' افراد کو ذلیل اور کمتر تصور کرتے تھے اور دو مسلمانوں کی چپقلش سے فائدہ اٹھا کر منافقین اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے اہل ایمان کو بہت بڑے فتنے سے دوچار کرنا اور مہاجر مسلمانوں کو معاشی پس ماندگی کے سبب احساس کمتری میں مبتلا کرنا مقصود تھا۔

یہود اس نفسیاتی جنگ کے حربے کے ذریعے مسلمانوں کو نفسیاتی دباؤ میں رکھنا چاہتے تھے۔ان منفی عزائم کے باوجود منافقین کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ جب حضرت زید بن ارقمؓ کو جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ زیدؓ ذاتی دشمنی کی بنیاد پر یہ افواہ پھیلا رہے ہیں۔خود ان کے اخلاقی دیوالیہ پن کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے منفی عزائم کو در پردہ رکھ کر حضرت زیدؓ کی حقیقت بیانی کو ڈس انفارمیشن' افواہ اور جھوٹا پروپیگنڈہ قرار دینا چاہتے تھے۔مگر اللہ نے اصل حقیقت کا پردہ اس آیت سے چاک کر کے رکھ دیا اور ان کے اپنے الفاظ دہرا کر منافقین کے اس راز کو فاش کر دیا جس کو وہ چھپانا چاہتے تھے۔اس پر حضورؐ نے حضرت زید بن ارقمؓ سے کہا کہ اللہ نے تیری سچی خبر کی تصدیق کر دی ہے۔اس طرح حضرت زیدؓ کا وہ ذہنی دباؤ بھی ختم ہو گیا جو ہر سچے رپورٹر یعنی راوی کو اس کی سچی خبر کو جھٹلانے پر ہوا کرتا ہے۔

یوں صدق کے علم بردار پیغمبر صادق اور ان کے پیروکاروں کو ہر قسم کی جسمانی اور ذہنی تعذیب و تکذیب سے گزارا گیا تا کہ سچ اور سچائی کے پیغام کو پھیلنے نہ دیا جائے مگر اللہ کا فیصلہ تھا کہ سچائی کی روشنی کو ظالموں کی افواہوں اور پروپیگنڈے سے روکا نہیں جا سکے گا۔

> اب بھلا اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے حالانکہ اسے اسلام (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے) کی دعوت دی جا رہی ہو؟ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ (۳۸)

تشدد سے اجتناب

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منافقین اور خاص طور پر عبداللہ بن ابی کی نیچ حرکت کا پول کھلنے کے بعد حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے اور حضورؐ سے اجازت مانگی کہ منافق کی گردن اڑا دیں۔ آپؐ نے فرمایا:

> اے عمرؓ! کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔(۳۹)

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ افواہ سازی کے جرم میں دین کسی کے خلاف پر تشدد کارروائی کی اجازت نہیں دیتا چاہے پس پردہ منافقین طشت از بام ہی کیوں نہ ہوں۔ حکمت عملی کے لحاظ سے بھی پروپیگنڈے کا پر تشدد جواب دینے سے ان مقاصد کی تکمیل کی راہ ہموار ہوتی ہے جو افواہ کی تہہ میں کارفرما ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ رئیس المنافقین کے فرزند حضرت عبداللہؓ نے جو ایک مخلص مسلمان تھے حضورؐ کے پاس آ کر گزارش کی

> اگر آپؐ اجازت دیں تو میں خود ہی اپنے باپ کا کام تمام کردوں؟ تو آپؐ نے اطمینان دلایا کہ قتل کے بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا۔ یہاں تک کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو حضورؐ نے اس کے جنازے پر ڈالنے کے لیے اپنی چادر پیش کر دی۔(۴۰)

یہ ان لوگوں کے ساتھ رحمت للعالمین کا سلوک تھا جو دعویٰ ایمان میں سچے اور مخلص نہ تھے اور آپ کو اذیت پہنچاتے رہے۔

ذاتیات پر حملہ:

تہمت، پروپیگنڈہ اور افواہ سازی کی بدترین کارروائی جو آنحضرتؐ کے خلاف کی گئی وہ افسانہ افک تھا جو غزوہ بنی المصطلق کے سفر کے دوران پیش آیا۔ منافقوں کے سرغنہ عبداللہ بن ابی کو پروپیگنڈے کا یہ زریں موقع ہاتھ آیا اور اس نے حضرت عائشہؓ اور حضرت صفوانؓ پر بدکاری کی تہمت لگائی اور حسد اور نفاق کی چنگاری سے افواہوں کی آگ خوب بھڑکائی۔ جب حضورؐ مدینہ آئے تو تہمت تراشوں نے خوب جم کر پروپیگنڈہ کیا۔ جھوٹ اور افواہ کس تیزی سے پھیلتی ہے اس کا اندازہ واقعہ افک سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس افواہ اور تہمت کی بازگشت سے مسلمان معاشرہ میں ہلچل مچ گئی اور کئی مخلص مسلمان

بھی جھوٹ اور پروپیگنڈے کے اس زور سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس جھوٹ کا مصنف عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ زید بن رفاعہ تھا جو یہودی منافق کا بیٹا تھا' مگر اس سے متاثر ہونے والے مخلص مسلمانوں میں حضرت مسطح بن اثاثہ' حضرت حسانؓ بن ثابت اور حضرت حمنہؓ بن جحش پیش پیش تھے۔ اس بے بنیاد خبر سے عام مسلمانوں اور خود آنحضور کو سخت ذہنی کوفت ہوئی۔ آپ خاموش تھے اور وحی کے منتظر تھے مگر دیر تک وحی نہ آئی۔

ام المومنین کے خلاف یہ جھوٹی خبر اس انداز سے پھیلائی گئی کہ مسلمان معاشرہ کی رائے عامہ بدظن ہونے لگی تھی۔ اس لئے حضورؐ نے سروے کے طور پر چند مرد اور چند خواتین کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ اس افک کے پھیلانے میں بدقسمتی سے زوجہ رسولؐ حضرت زینبؓ بنت جحش کی بہن حضرت حمنہؓ بنت جحش بھی ملوث تھیں۔ اس لئے آنحضورؐ نے حضرت زینبؓ سے بھی دریافت کیا ''تمہاری کیا رائے ہے؟ تمہاری معلومات کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی:

> میں اپنے کانوں اور آنکھوں (یعنی سمع و بصر) کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم عائشہؓ کے بارے میں خیر ہی خیر جانتی ہوں۔(۴۱)

یہ اس سوکن کی گواہی تھی جس کے بارے میں خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ازواج رسولؐ میں سب سے زیادہ زینب سے ہی میرا مقابلہ رہتا تھا۔

اس خلاف حقیقت الزام تراشی پر صحابہ کرامؓ اپنی نجی محفلوں میں بھی گفتگو کرتے تھے۔ ایک ماہ تک اس خبر کی بازگشت اور اس پر ردعمل کا اظہار ہوتا رہا' کیونکہ رسول اللہ کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ آپ کا فرمان ''اہم ترین خبر'' (Breaking News) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے آپؐ کے خلاف خبر کی اشاعت بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی۔ اس واقعے سے سخت کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ افترا پردازی اور سکینڈل کی خبر اپنی عین فطرت کے مطابق ایک زبان سے دوسری زبان پر چڑھتی اور پھیلتی جا رہی تھی بالآخر اللہ تعالیٰ نے خود ہی حقیقت حال کھول کر رکھ دی۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

> محققین کی رائے کے مطابق حضرت یوسفؑ پر تہمت زنا لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی برات کی۔ حضرت مریمؑ پر الزام لگایا گیا تو عیسیٰؑ جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے انہوں نے آپ کی برات کی مگر جب منافقین نے حضرت عائشہؓ کو اپنے پروپیگنڈہ اور صریح بہتان کا موضوع بنایا اور ہرزہ سرائی کی تو خود رب

کائنات نے آپ کی پاکیزگی اور طہارت کی شہادت دی اور سورۃ النور کی ابتدائی ۱۰ آیات جس کا براہ راست تعلق اس واقعے سے ہے نازل فرمائیں۔(۴۲)

ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرہ:

دنیا میں تعلیم کا عمل دو انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ایک جانب وہ ترقی یافتہ ممالک ہیں جہاں ہر ایک ملک میں شرح خواندگی سو فیصد ہے۔اور وہ جدید ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر پوری دنیا پر حکمرانی کرنے کے خواہش مند ہیں۔جس کی حالیہ مثال امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا افغانستان کے معاملات مین دخل اندازی اور وہاں کے معاملات کو اپنی منشاء کے مطابق چلانے کا عملی اقدام ہے۔ دوسری جانب وہ پسماندہ ممالک ہیں جہاں شرح خواندگی کا گراف انکی بنیادی ضروریات سے بھی کم ہے۔

پاکستان کا شمار ترقی پذیر ممالک کی صف میں ہوتا ہے۔سرکاری طور پر شرح خواندگی 40 فیصد بیان کی جاتی ہے۔جن میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو صرف اپنا نام لکھنا اور پڑھنا جانتے ہیں جبکہ پاکستان ایک مسلمان ملک ہونے کے ناطے سے جن روایات کا امین ہے اس کے تحت ابھی منزل بہت دور ہے اور اس منزل کا حصول تعلیمی انقلاب کے بغیر ناممکن ہے۔ پاکستان کا المیہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی شاندار علمی روایات کے باوجود یہاں انگریز حکمرانوں کی تیار کردہ تعلیمی پالیسی ابھی تک جاری و ساری ہے۔

پاکستان کو اسلام کے نام پر آزادی حاصل کئے 54 برس بیت گئے لیکن پاکستان کا نظام تعلیم حاکموں اور محکوموں کے مابین ترجمان ہی پیدا کر رہا ہے۔ذریعہ تعلیم اور دفتری زبان انگریزی ہونے سے اسلامی تشخص اور معاشرتی روایات کونے کھدرے میں چلی گئی ہیں۔ ہمارے مدرسے اور دارالعلوم معاشی و معاشرتی تقاضوں سے کٹ کر دینی مدارس کہلائے جارہے ہیں۔اس مغربی نظام تعلیم نے ہماری تخلیقی قوتوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیمی انقلاب کی پالیسی نافذ العمل کی جائے اور اس پالیسی کی تشکیل اور اسے نافذ العمل کرانے میں ذرائع ابلاغ کو بھرپور استعمال کیا جائے تاکہ جو پالیسی بھی مرتب کی جائے اس میں عوام کی شرکت بھرپور انداز میں ہو۔ یہ صرف اسی صورت ممکن ہے جب ذرائع ابلاغ آزادانہ اپنی ذمہ داریوں سے

عہدہ براہ ہوں اور عوام کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کرنے کی کوشش کریں۔

میڈیا آج پہلے سے بھی زیادہ موثر اور طاقت ور ہو چکا ہے۔ترقی یافتہ ممالک خصوصاً امریکہ اور یورپین ممالک اپنی برتری کا احساس دلانے اور دنیا بھر میں اپنی دھاک بٹھانے کے لیے ذرائع ابلاغ کو ہی بروئے کار لارہے ہیں۔معروف کینڈین فلسفی مارشل میکلوھم (Marshal Micluhum) کے مطابق دنیا گلوبل ویلیج کا روپ دھار چکی ہے۔اور یہ سب جدید میڈیا کی بدولت ممکن ہوا ہے۔آج اگر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک بالخصوص بھارت اپنی ثقافت کا دوسرے ممالک میں نفوذ کرنا چاہ رہا ہے تو اس کے لیے بھی وہ ذرائع ابلاغ کا ہی مرہون منت ہے۔جب ایک ملک اپنی ثقافت،رسم ورواج کو پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے ذریعے دوسرے ممالک میں نہ صرف متعارف بلکہ اختیار کرنے پر مجبور کرسکتا ہے تو پھر حکومت پاکستان کے بااختیار افسران واہلکاران اپنی ترقی وخوشحالی کے لیے ان ذرائع کو بہتر طور پر کیوں استعمال نہیں کر سکتے؟ یہ بات تو طے ہے کہ ہماری ترقی وخوشحالی کا تمام تر دارومدار اسلامی تعلیمات کی ترقی اور پھیلاؤ پر ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ریڈیو ٹی وی، اخبارات وغیرہ عوام الناس میں نہ صرف شعور وآگہی پیدا کریں بلکہ عملی طور پر ہر ذریعہ ابلاغ اپنا زیادہ وقت اسلامی تعلیمات کی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے مخصوص کرے۔ترقی پذیر ممالک میں جہاں ڈویلپمنٹ سپورٹ کمیونیکیشن کے ذریعے دیہی ترقیاتی پروگراموں نے بہت شہرت پائی اور مثبت نتائج حاصل کیے۔وہاں سکول اور یونیورسٹیوں کے ایسے اساتذہ کو پہلے کمیونیکشن کی مہارت سے متعلق تعلیم دی گئی اور پھر انہیں دیہی معاشرہ میں تبدیلی پیدا کرنے کے لیے بھیج دیا گیا۔پاکستان کے عوام بھی ذرائع ابلاغ کے ان جدید طریقوں سے فیض یاب ہو سکتے ہیں ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ میڈیا حکومت اور عوام دونوں کو اسلامی تعلیمی انقلاب کی ضرورت اور اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے عملی اقدامات پر مجبور کرے۔

عہد حاضر کے تقاضے:

ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ زمانہ امن میں بھی ہوتا ہے اور زمانہ جنگ میں بھی۔زمانہ جنگ میں افواہ سازی اور پروپیگنڈہ اپنے پورے عروج پر ہوتا ہے۔اس لئے ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے تاکہ پروپیگنڈے سے خوف وہراس نہ پھیلے اور دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو۔ایسے مواقع پر ذرائع ابلاغ کیا کردار ادا کریں؟ اسکی وضاحت قرآن کریم میں یوں کی گئی۔

جب بھی ان کے پاس امن یا جنگ کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو یہ اس کو فوراً نشر کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسولؐ کی طرف یا اپنے میں سے اولی الامر کی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جو بھی لوگ اس (خبر) کی تحقیق کر سکتے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے اور اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو تم بھی شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے چند لوگوں کے۔ (۴۳)

یہ آیت منافقین کی شرارتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو افواہیں پھیلا کر معاشرہ میں خوف وہراس پیدا کرتے تھے۔ اس آیت سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ:

افواہیں پھیلانا شیطانی کام ہے اور منکر اسلام کی واضح نشانی ہے۔ (۴۴)

لہٰذا ذرائع ابلاغ سے وابستہ ذمہ دار افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خبر اور افواہ یعنی News اور Disinformation میں تمیز کریں اور اس کام کی خاطر کوئی مخصوص ادارہ یا سیکشن قائم کریں جو تحقیق و تجزیے کا ذمہ دار ہو اور وہ خبر کی حقیقت معلوم کرے۔ ایسے تجزیاتی اور تحقیقی ادارے (Research & Analysis wing) زمانہ جنگ میں خصوصی طور پر فعال ہونے چاہیں۔ خبر چاہے جنگ چھڑنے سے متعلق ہو یا جنگ بندی سے، بہر حال دور رس اثرات کی حامل ہوتی ہے۔ لہٰذا محض مالی مفاد کی خاطر دوسرے اخبار یا نشریاتی اداروں سے مسابقت کی خاطر افواہوں کی سرخی جمانا، یا بلا تحقیق خبر نشر کر دینا کوئی قابل تحسین عمل نہیں ہے۔ اس طرح کی جلد بازی شیطان کے اتباع کے مترادف ہے جو اپنی فطرت میں شر پسند اور شر انگیز واقع ہوا ہے۔

دشمن کا پروپیگنڈہ، حکمت عملی مقاصد کے لیے ہو، یا ڈپلومیٹک، یا پھر کسی لیڈر یا سپہ سالار کی عزت اچھالی جا رہی ہو، حالات کا اور خبروں کا معروضی اور ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا ذمہ دارانہ ابلاغ کے لیے ضروری ہے۔ اس میں نظریے کی Integrity بھی ہوتی ہے اور ملک وقوم کے جائز مفادات کا خیال بھی۔ اپنی جامع معنویت کے اعتبار سے سورۃ النساء کی اس آیت میں اولی الامر سے مراد ہر وہ ذمہ دار شخص ہے جو سول یا فوجی حکام میں سے ہو، کسی نیوز ایجنسی یا نشریاتی ادارے کا کرتا دھرتا ہو، یا مقننہ، انتظامیہ اور

عدلیہ کا کوئی ذمہ دار شخص ہو جس کے ادارے کے متعلق ایسی اطلاع بہم پہنچائی جائے جو disinformation یا افواہ اور پروپیگنڈے کے غلبے کے سبب عوام الناس کے لیے باعث

پریشانی بن سکتی ہو۔

ڈس انفارمیشن کی نفسیات کے عنوان سے ابلاغ عام کے مصنف لکھتے ہیں:

بعض اوقات افواہوں سے حکومت اور ملک و قوم کا خاصا نقصان ہوتا ہے۔خصوصاً جنگ اور قومی ابتلا کے زمانے میں افواہوں سے نپٹنا اہم مسئلہ بن جاتا ہے۔(۴۵)

ذرائع ابلاغ کے غلط استعمال کا انجام بد:

ارشاد ربانی ہے''جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان معاشرہ میں فحش و برائی پھیلے' وہ دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں' اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (النور:19)

اس آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ مسلم معاشرہ میں بداخلاقی پھیلانے اور اُمت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ سزا کے مستحق ہیں۔آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ان کا اخلاقی عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لئے جذبات کو اکسانے والے ذرائع ابلاغ' قصوں' اشعار' گانوں' تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔نیز وہ کلب اور ہوٹل ذرائع ابلاغ (ٹی وی' ڈش' انٹرنیٹ) اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔صرف آخرت ہی میں نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔لہذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع و وسائل کا سدباب کرے۔اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا' قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔

اس کے بعد یہ الفاظ کہ''اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے'' کا مطلب یہی کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ذرائع ابلاغ کو غلط استعمال کرنے کی ایک حرکت کے اثرات معاشرے میں کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں۔کتنے افراد کو متاثر کرتے ہیں اور مجموعی طور پر ان کا کس قدر نقصان اجتماعی زندگی کو اٹھانا پڑتا ہے۔اس چیز کو اللہ خوب جانتا ہے۔لہذا اللہ پر اعتماد کرو اور جن برائیوں کی وہ نشان دہی کر رہا ہے انہیں پوری قوت سے مٹانے اور دبانے کی کوشش کرو۔یہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں جن کے ساتھ رواداری برتی

جائے۔ دراصل یہ بڑی باتیں ہیں جن کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیے۔ (۴۶)

ذرائع ابلاغ کی حیثیت چونکہ امیج بلڈرز کی سی ہوتی ہے صدق وعدل سے رائے عامہ کو متاثر کر کے وہ معاشرہ کی مثبت رہنمائی کرتے ہوئے اس کو معروف یعنی the best means approved کی طرف موڑ سکتے ہیں اور منکر یعنی the worst means disapproved سے بچا بھی سکتے ہیں۔ اس کے برعکس منفی پروپیگنڈا کر کے وہ معاشرہ کو ''خیر'' اور ''بہترین'' کے بجائے بدترین نتائج سے بھی دوچار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ''اطلاع'' یعنی information وہ قوت ہے جو فائدہ بھی دے سکتی ہے اور نقصان بھی۔...... میڈیا دراصل فروغ ابلاغ اور ترسیل اطلاع کا موثر ذریعہ ہے۔ جس میں نت نئی ٹیکنالوجی اور جدت آنے سے دنیا کی طنابیں کھنچ گئی ہیں اور عالمی بستی کا تصور عمل کے قالب میں ڈھل چکا ہے اس لئے مسلمان ممالک کے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت ذمہ دارانہ، مثبت اور سیرت نبوی ﷺ کی ہدایات کے عین مطابق ہونا چاہیے تا کہ دشمن کے شر انگیز پروپیگنڈے کو ''خیر'' سے بدلا جا سکے۔ دین اسلام کا تشکیل کردہ معاشرہ انسانیت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ معاشرہ کو قائم رکھنے اور دین اسلام کے پیغام امن کو موجودہ دور کے جدید ترین ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام کیا جا سکتا ہے جس سے دین اسلام کے ساتھ ساتھ انسانیت بالخصوص اُمت مسلمہ کی بہت بڑی خدمت بھی کی جا سکتی ہے۔ جو کہ آج 21 ویں صدی کے اس دور میں جہاد کے مترادف ہے اور جو اس جہاد میں کامیاب ہو جائیں بے شک ایسے شخص، ادارہ یا اسلامی مملکت کے ذمہ دار افسران واہلکار خوشخبری کے مستحق ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن سورہ انفال (پارہ نمبر ۹) آیت نمبر ۲۴

۲۔ القرآن سورہ اعراف (پارہ نمبر ۹) آیت نمبر ۱۵۸

۳۔ القرآن سورہ ھود (پارہ نمبر ۱۲) آیت نمبر ۸۸

4- WRIGHT CHARLES Mass Communication A SOCIAL - PERSPECTIVE N.P- NY. RAMDOM HOUSE 1975. P.12.

۵۔ ابن منظور لسان العرب ج۔۸ طبع اول
دار صادر بیروت۔سن 1990 ص 419۔

6- TOM WANGRAT, ROBERT JONES, Communication Hand Book, The City University,London,1986, pp. 3-8.

۷۔ القرآن سورہ آل عمران (پارہ نمبر ۴) آیت نمبر ۱۰۴

۸۔ القرآن سورہ حج (پارہ نمبر ۱۷) آیت نمبر ۴۱

۹۔ القرآن سورہ المائدہ (پارہ نمبر ۶) آیت نمبر ۶۷

۱۰۔ القرآن سورہ اعراف (پارہ نمبر ۹) آیت نمبر ۱۵۷

۱۱۔ القرآن سورہ نور (پارہ نمبر ۱۸) آیت نمبر ۵۴

۱۲۔ القرآن سورہ علق (پارہ نمبر ۳۰) آیت نمبر ۴۔۳

۱۳۔ القرآن سورہ یونس (پارہ نمبر ۱۱) آیت نمبر ۱۶

۱۴۔ القرآن سورہ یونس (پارہ نمبر ۱۱) آیت نمبر ۱۷

۱۵۔ القرآن سورہ الجمعہ (پارہ نمبر ۲۸) آیت نمبر ۲

۱۶۔ القرآن سورہ احزاب (پارہ نمبر ۳۲) آیت نمبر ۲۱

۱۷۔ استاد فہمی قطب الدین النجار اسلام اور ابلاغ طبع اول۔سن ۱۹۹۲۔ ص۔ ۴۴
مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی، ڈاکٹر

۱۸۔ مہدی حسن، ڈاکٹر ابلاغ عام مکتبہ کارواں لاہور، ۱۹۸۴، ص۔ 154

۱۹۔ القرآن سورہ فصلت (پارہ نمبر ۴) آیت نمبر ۲۶۔

۲۰۔ القرآن "سورۃ الجمعہ" (پارہ نمبر ۱۱) آیت نمبر ۶۲۔

۲۱۔ شبلی نعمانی، علامہ سیرت النبیؐ ج۔اول طبع چہارم مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔ص ۴۰۶۔

۲۲۔ ایضاً۔ ص۔ ۴۰۹

۲۳۔ سید حسن خان، مولانا ترجمہ: ابن خلدون مطبع جاوید پریس ۴۹ فصل آرام باغ، کراچی۔

۲۴۔ بحوالہ نمبر ۲۱۔ ص۔ ۴۰۹

۲۵۔ تفسیر ابن جریر الطبری۔ ج۔۵ مکتبہ علمیہ لاہور ص۔ ۷۹

۲۶۔ تاریخ ابن ہشام ج۔ دوم۔ ص ص ۶۰۔۵۲

۲۷۔ القرآن۔ "سورۃ الحشر" آیت نمبر ۱۱

۲۸۔ پیر کرم شاہ ضیاء النبیؐ ج۔ سوم طبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ ص۔ ۶۰۶

۲۹۔ محمد رفیق ڈوگر الامین ج۔ دوم۔ سن ۱۹۷۰ طبع قدوسیہ لاہور، ص۔ ۳۸۳

۳۰۔ القرآن "سورۃ المائدہ" (پارہ نمبر ۶) آیت نمبر ۶۷

۳۱۔ القرآن "سورۃ سباء" (پارہ نمبر ۲۲) آیت نمبر ۲۸

۳۲۔ القرآن "سورۃ النحل" (پارہ نمبر ۱۴) آیت نمبر ۱۲۵

۳۳۔ القرآن "سورۃ البقرۃ" (پارہ نمبر ۲) آیت نمبر ۱۵۱

۳۴۔ صحیح بخاری کتاب الادب بحوالہ ریاض الصالحین النووی کتاب العلم
طبع قدیمی کتب خانہ جامعہ کراچی، ۱۹۸۹۔ ص۔ ۴۰۹

۳۵۔ القرآن "سورۃ المنافقون" آیت نمبر ۸

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ ایضاً۔ آیت نمبر ۷۔

۳۸۔ القرآن "سورۃ الصف" آیت نمبر ۸۔۷

۳۹۔ بحوالہ نمبر ۳۴۔ ص۔ ۴۲۸

۴۰۔ مولانا مودودی۔ تفہیم القرآن۔ ج۔ دوم۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۶۰ء۔ ص۔ ۲۲۰

۴۱۔ بحوالہ نمبر ۲۸۔ ص۔ ۴۷۷

۴۲۔ سیرت ابن ہشام ج۔ دوم۔ مکتبہ اشاعت اسلام کراچی، ص۔ ۳۰۴

۴۳۔ القرآن "سورۃ النساء" (پارہ نمبر ۵) آیت نمبر ۸۳

۴۴۔ گوہر رحمٰن، مولانا تفہیم المسائل ج اول۔ طبع۔ مکتبہ تفہیم القرآن مردان۔ ص۔ ۴۲۶

۴۵۔ بحوالہ نمبر ۱۸۔ ص۔ ۱۷۰

۴۶۔ مولانا مودودی۔ تفہیم القرآن ج۔ سوم۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ص ص۔ ۳۷۰